علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

(۱۸۷۷ء-۱۹۳۸ء)

ہمارے قومی اور ملّی شاعر، مفکّر اور نظریہ پاکستان کے خالق علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ سیال کوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام شیخ نور محمد تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم سیال کوٹ سے حاصل کی۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے فلسفے میں ایم اے کیا۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ گئے اور وہاں سے بار ایٹ لا اور فلسفے میں ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ وطن واپسی پر وکالت کا پیشہ اختیار کیا۔ ۱۹۳۰ء میں خطبہ الہ آباد میں مسلمانوں کے لیے ایک الگ ملک کا نظریہ پیش کیا۔ ۱۹۳۸ء میں انتقال ہوا اور لاہور میں بادشاہی مسجد کے قریب دفن ہوئے۔

علامہ اقبال نے اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں پُراثر اور پُرسوز شاعری کی۔ انھوں نے اپنی شاعری کا آغاز غزل گوئی سے کیا مگر بعد میں زیادہ تر توجہ نظم نگاری کی جانب مبذول کر دی کیونکہ قوم تک اپنا پیغام پہنچانے کا یہ زیادہ مؤثر ذریعہ تھا۔ علامہ اقبال کا دائرۂ فکر، مشاہدۂ کائنات اور مطالعہ بہت وسیع تھا۔ آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سچے عاشق تھے اور اس چاہت و عقیدت کا اظہار ان کے کلام میں دکھائی دیتا ہے۔

اقبال نے روایتی عشق و عاشقی کے موضوعات سے ہٹ کر اپنی شاعری میں زندگی، کائنات، خدا، ابلیس، عقل و خرد، تصوّف، قومیت، مردِ مومن، سیاست و مملکت اور خودی و بے خودی کا فلسفہ پیش کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ جیسا عظیم شاعر اور فلسفی مدّتوں بعد پیدا ہوتا ہے۔

"بانگِ درا"، "بالِ جبریل" اور "ضربِ کلیم" ان کی اردو شاعری کی کتابیں ہیں۔ "ارمغانِ حجاز" میں بھی کچھ اردو نظمیں شامل ہیں جب کہ اس کا غالب حصہ فارسی میں ہے۔ فارسی کے دیگر شعری مجموعوں میں اسرارِ خودی، رموزِ بے خودی، پیامِ مشرق، زبورِ عجم، جاوید نامہ، پس چہ باید کرد اور ارمغانِ حجاز (فارسی حصہ) شامل ہیں۔

www.ilmkidunya.com

15

خِطاب بہ جوانانِ اِسلام

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری میں بیان کردہ موضوعات خودی، عرفانِ ذات، نظریۂ عشق اور حرکت و عمل جیسے فلسفیانہ موضوعات سے آگاہ کرنا
- طلبہ کو حریت و آزادی، خود اعتمادی اور مقصدِ حیات کی تعلیم دینا
- طلبہ میں تنقیدی اور تخلیقی سوچ پیدا کرنا تاکہ وہ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری پر نئے زاویوں سے غور و فکر کرنے کے قابل ہو سکیں
- طلبہ کو استعارہ اور ارکانِ استعارہ سے روشناس کرنا

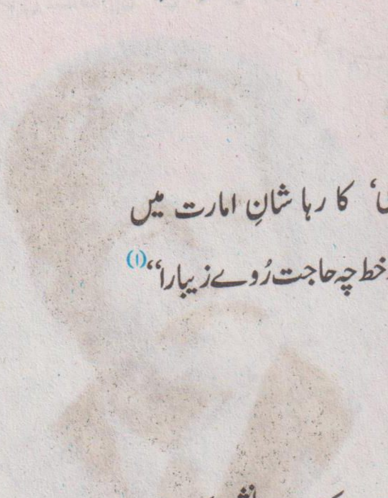

کبھی اے نوجواں مُسلم! تدبُّر بھی کِیا تُو نے
وہ کیا گردُوں تھا، تُو جس کا ہے اِک ٹُوٹا ہُوا تارا

تجھے اُس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبّت میں
کُچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا

تمدّن آفریں، خلّاقِ آئینِ جہاں داری
وہ صحرائے عرب یعنی ، شُتربانوں کا گھوارا

سماں 'اَلفقرُ فَخرِی' کا رہا شانِ امارت میں
"بآب ورنگ وخال وخط چہ حاجت رُوے زیبارا"[1]

گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیُور اتنے
کہ مُنعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

غرض مَیں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے
جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا

(۱) خوب صورت چہرے کو بناؤ سنگار کی کیا ضرورت! (حافظ شیرازی)

www.ilmkidunya.com

اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
مگر تیرے تخیّل سے فُزوں تر ہے وہ نظّارا

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تُو گفتار، وہ کردار، تُو ثابت، وہ سیّارا

گنوا دی ہم نے جو اَسلاف سے میراث پائی تھی
ثُریّا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کے آئینِ مُسلّم سے کوئی چارا

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں اُن کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

''غنیؔ! روزِ سیاہِ پیرِ کنعاں را تماشا کُن
کہ نُورِ دیدہ اش روشن کُند چشمِ زلیخا را''(۲)

(بانگِ درا)

مشق

1 نظم ''خطاب بہ جوانانِ اسلام'' کے متن کی روشنی میں درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

(i) ''خطاب بہ جوانانِ اسلام'' کے کیا معنی ہیں؟
(ii) علّامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمان نوجوان کو ''ٹوٹا ہوا تارا'' کیوں کہا ہے؟
(iii) صحرائے عرب میں کیسا انقلاب آیا تھا؟
(iv) علّامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کے زوال کی کیا وجوہات بتائی ہیں؟
(v) فکرِ اقبالؒ کی روشنی میں ''فقر'' کی دو خصوصیات لکھیں۔

(۲) اے غنی! پیر کنعان (حضرت یعقوب علیہ السلام) کے سیاہ دن کا اندازہ اس بات سے کر کہ اُن کی آنکھوں کا نور (حضرت یوسف علیہ السلام) زلیخا کی آنکھوں کو روشن کر رہا تھا۔

www.ilmkidunya.com

2 درست جوابات کی نشان دہی کریں:

i نظم ''خطاب بہ جوانانِ اسلام'' میں فارسی شعر شامل ہے، اس شعر کے خالق ہیں:

(الف) فردوسی (ب) منوچہری
(ج) حکیم سنائی (د) غنی کاشمیری

ii مشہور بادشاہ ''دارا'' کا تعلق تھا:

(الف) قدیم یونان سے (ب) قدیم ایران سے
(ج) قدیم روم سے (د) قدیم مصر سے

iii اسلاف کی میراث گنوانے کی وجہ سے آسمان نے ہمیں دے مارا:

(الف) مریخ سے زمین پر (ب) چاند سے زمین پر
(ج) ثریا سے زمین پر (د) مشتری سے زمین پر

iv ''ثابت'' اور ''سیارا'' قواعد کی رو سے ہیں:

(الف) مترادف الفاظ (ب) متضاد الفاظ
(ج) متلازم الفاظ (د) متشابہ الفاظ

v منعم کو گدا کے ڈر سے یارانہ تھا:

(الف) سامنا کرنے کا (ب) بولنے کا (ج) بخشش کا (د) عطا کرنے کا

3 نظم ''خطاب بہ جوانانِ اسلام'' کے نکات پر غور کرتے ہوئے اپنے الفاظ میں خلاصہ تحریر کریں۔

4 ''مسلمانوں کا عروج و زوال'' کے موضوع پر ایک مضمون قلم بند کریں اور زوال کی دلدل سے نکلنے کے لیے تجاویز بھی دیں۔

5 نظم کے مقطع میں دیے گئے فارسی شعر میں حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کی طرف اشارہ ہے۔ اس شعر کی روشنی میں پورا واقعہ جامع انداز میں تحریر کریں۔

6 درج ذیل شعر کی تشریح اس پہلو سے کریں کہ یورپ کی سائنسی ترقی کا دارومدار مسلمان علما کی کتابوں پر ہے:

> مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
> جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

www.ilmkidunya.com

www.ilmkidunya.com

7 کالم "الف" میں دیے گئے الفاظ کو کالم "ب" کے متعلقہ الفاظ سے ملائیں۔

کالم "الف"	کالم "ب"
گردوں	بخشش
صحرائے عرب	نظارا
مُنعم	کتابیں اپنے آبا کی
تخیّل	شُتربان
علم کے موتی	تارا

8 درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کریں:

تدبر	آغوش	جہاں داری	نظّارہ	صحرانشیں	گہوارا

9 درج ذیل الفاظ پر اِعراب لگا کر درست تلفظ واضح کریں:

منعم	خلاق	ثریا	غیور	میراث

استعارہ

جب لفظ اپنے حقیقی معنوں کے بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہو اور حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق ہو تو یہ استعارہ کہلاتا ہے۔ جیسے: پھول مہکا، شیر چنگھاڑا۔ یہاں یہ جان لینا ضروری ہے کہ استعارہ میں تشبیہ کی طرح مشبہ، مشبہ بہ اور حرفِ تشبیہ نہیں ہوتے۔ اوپر دی گئی مثالوں میں پھول کسی بھی خُوب صُورت اور خُوب سیرت شخص کے لیے استعمال ہو سکتا ہے، اسی طرح شیر کسی بھی بہادر اور شجاع شخص کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ تشبیہ میں کسی ایک چیز کو دوسری چیز کی مانند تو ظاہر کرتے ہیں، لیکن استعارے میں وہ چیز ہی مستعار (ادھار) لے لی جاتی ہے، جس کی خوبی بیان کرنا مقصود ہوتا ہے، جیسے:

پلکوں سے گِر نہ جائیں یہ موتی سنبھال لو
دنیا کے پاس دیکھنے والی نظر کہاں

اس شعر میں "موتی" استعارہ ہے۔

ارکانِ استعارہ

استعارہ کے لغوی معنی ہیں مستعار یعنی ادھار لینا۔ استعارہ کے تین ارکان ہیں:

۱۔ مستعار منہٗ ---- خوبی یا خامی جس سے مستعار لی جائے۔

۲۔ مستعار لہٗ ---- وہ چیز جس کے لیے مستعار لیا جائے۔

۳۔ وجہ جامع ---- وہ خوبی جو مستعار لہٗ اور مستعار منہ میں مشترک پائی جائے۔

جس طرح تشبیہ میں مشبہ اور مشبہ بہ کو طرفینِ تشبیہ کہتے ہیں۔ اسی طرح مستعار لہٗ اور مستعار منہٗ کو طرفینِ استعارہ کہتے ہیں۔

ارکانِ استعارہ کے لیے یہ شعر سمجھیں کہ بہادر انسان کس طرح شیر سے استعارہ کیا جا رہا ہے:

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف، چرخِ کہن کانپ رہا ہے

شیر---------------مستعار منہٗ

حضرت عباس بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ--------مستعار لہٗ

بہادری---------------وجہ جامع

سرگرمیاں برائے طلبہ

- نظم ''خطاب بہ جوانانِ اسلام'' کو درست تلفظ، لَے اور آہنگ سے پڑھیں۔
- علامہ اقبالؒ کو جوانوں سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں، آپ کلامِ اقبالؒ سے ایسے پانچ اشعار نقل کریں جن میں جوانوں سے خطاب کیا گیا ہو۔

اشاراتِ تدریس

- طلبہ کو فکرِ اقبال کی نمایاں خصوصیات کے بارے میں آگاہ کریں۔
- طلبہ کو بتائیں کہ اقبالؒ نوجوان نسل کو کیا پیغام دینا چاہتے تھے۔
- نظم ''خطاب بہ جوانانِ اسلام'' کا فکری اور فنی جائزہ لیں۔
- طلبہ کو منظوم اور منثور اصنافِ ادب کا فرق سمجھائیں۔
- نظم کی تفہیم، مشقی سوالات اور سرگرمیوں کے لیے مناسب رہ نمائی فراہم کریں۔
- نظم میں حافظ شیرازی کے مصرعے سے تضمین کی گئی ہے، اس مصرعے کی روشنی میں اقبالؒ کا فلسفۂ فقر بیان کریں اور ایسی مثالیں فقر اور سلوک کے سلاسل سے دیں کہ ظاہری حسن و زیبائش کی حاجت نہ رہی ہو۔

''بہ آب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را''

www.ilmkidunya.com